اسلامی ریاست کا تصور

از

علامہ ابن حزم

کارل مارکس کی پیدائش سے

۸۰۰ سال قبل لکھی گئی کتاب!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر کتاب "رسائل و مشاہیر" علامہ ابن حزم نے کارل مارکس کی پیدائش سے ۸۰۰ سال قبل تحریر فرمائی تھی۔ عرض حال میں تائید ملت نے لکھا ہے کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔

"اگر مجھ سے تنہا یہی کام انجام پاتے، مجھ اور دنیا کی پرے تب بھی میں سمجھوں گا کہ میری زندگی کامیاب رہی" شہید ملت نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کی دور بین نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اسلام نے انسانیت کا جس ہمہ گیر خدمت کو ان کا فرض قرار دیا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ ان معاشی پیشوں اور سماجی رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھی وہ پوری جدوجہد کریں جن میں ملک و ملت کے بیشمار افراد اور مظلوم طبقات گھرے ہوئے ہیں ایک ذمہ دار لیڈر کی حیثیت سے تائید ملت نے محسوس فرمایا۔

ان مسائل میں سب سے پہلے علمی تحقیق فرض ہے تحقیق کے بعد رہبری کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ ان مسائل کی تنقیح اور تحقیق کے لئے انہوں نے ایک مختصر سی مجلس بنائی جس میں ماہرین سیاسیات صاحب نظر علما اور شعرا کی تائید، روشن خیال اہل فکر شامل تھے۔ حسب ذیل اصحاب ارکان مجلس میں شامل تھے

(۱) مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ (۲) ڈاکٹر حمید اللہ پروفیسر قانون بین الممالک

۵) مظہر الدین صدیقی (۱۹۱۰ء - ۱۹۷۹ء) پروفیسر انوار احمد
قریشی سابق صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ
۵) پروفیسر عبدالقادر صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ
۶) مخدوم محی الدین کمیونسٹ لیڈر ۷) ڈاکٹر رضی الدین
صدیقی وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی
۸) ڈاکٹر یوسف حسین خاں صدر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ
۹) ڈاکٹر یوشع الدین پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ
۱۰) پروفیسر غلام دستگیر رشید

ایک باقاعدہ طریقہ کار بنا لیا گیا اور کام جاری ہو گیا۔

ہر شخص کو اس کام سے اس قدر دلچسپی تھی کہ خود اس کمیٹی کے داعی بن گئے۔ خود رو پودا دیکھیے۔ اس کی اہمیت ان کی نظر میں زندگی کے ایک بڑے مقصد کی سی تھی۔

مختلف کتابوں کے مطالعہ کے لیے سرمایہ داری کمیونزم اور اسلام کے اصول ماہرین سے مرتب کرائے جاتے۔ نکات کی مطبوعہ کاپیاں دوستوں میں تقسیم کر دی جاتیں۔ مطالعہ کے بعد مشترک صحبت میں جرح و تنقید ہوتی۔ جانچ پڑتال کے بعد ہر

سارے مباحث اور مسایل کو سامنے رکھکر
ایک با ضابطہ تفصیلی سوال نامہ ترتیب دیا گیا
ان تنقیحات کی روشنی میں تحقیق کا کام جاری
تھا کہ مرحوم اللہ کو پیارے ہو گئے

استاد عبدالرزاق ایم۔ایل۔اے
یہ کتاب قاید ملت کے اسی اسلام کے
معاشی نظرے کی تلاش کے سلسلے میں تحقیق
و جستجو کے شروع کیے ہوے کام کا ثمرہ ہے۔

نواب بہادر یار جنگ نے جو سوشلسٹی کمیٹی بنائی
اس کی کچھ تفصیل اس کتاب میں درج ہے۔

انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بہ تدریج وہ اسرار
(اقبال)

اسلامی اشتراکیت

(یعنی)

اشتراک دولت کے اسلامی اصول و آئین

ع۔ موت کا پیغام ہر نوع غلامی کیلئے

(ہدیۂ خاکسار)

عبدالرزاق خاں بی۔ اے۔ ال ال بی رکن مجلس مقننہ سرکار عالی

عرضِ حال

"اگر مجھ سے تنہا یہی کام انجام پائے، کچھ اور نہ بن پڑے
تب بھی میں سمجھوں گا کہ میری زندگی کامیاب رہی"

(بہادر خاں مرحوم)

حق مغفرت کرے، مردِ آزاد، قائدِ ملت بہادر خاںؒ کی دوربین نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اسلام نے انسانیت کی جس ہمہ گیر خدمت کو اُن کا فرض قرار دیا ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ اِن معاشی پستیوں اور سماجی اُلجھنوں کو دور کرنے میں بھی وہ پوری جدوجہد کریں جنہیں ملک وملت کے بیشمار افراد اور مظلوم طبقات گھیرے ہوئے ہیں۔

اِن مسائل کے حل کیلئے چاروں طرف سے مختلف طریقے پیش کئے جارہے تھے۔ کسی گوشہ سے کمیونزم کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ کسی طرف سے سوشلزم اپنی طرف آواز دے رہے تھے۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ سوشلزم کی حقیقت جانتے ہیں اور نہ اسلام کی لیکن بے دھڑک کہتے ہیں کہ اسلام اور سوشلزم حرف بحرف ایک ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

اس کے برخلاف ایک ایسی جماعت بھی ہے جو بغیر تحقیق کے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اسلام بالکل سوشلزم کے مخالف ہے۔ وہ یہ جاننے کی پرخلوص کوشش کبھی نہیں کرتے کہ سوشلزم سے اسلام کو کس حد تک اور کن مسائل میں اتفاق ہے اور کن پہلوؤں سے اختلاف ہے؟

ایک ذمہ دار لیڈر کی حیثیت سے قائد ملت نے محسوس فرمایا کہ ان مسائل میں سب سے پہلے علمی تحقیق فرض ہے تحقیق کے بعد ہمارا کا راستہ صاف ہو جائیگا۔ ان مسائل کی تنقیح اور تحقیق کے لیے انہوں نے ایک مختصر سی مجلس بنائی جس میں ماہرین معاشیات صاحب نظر علماء اشتراکی قائد روشن خیال اہل فکر شامل تھے۔ حسب ذیل اصحاب ارکان مجلس میں شامل تھے۔

۱۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ۔
۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پروفیسر قانون بین الممالک۔
۳۔ جناب مظہر الدین صاحب صدیقی بی۔ اے۔
۴۔ پروفیسر انور اقبال سابق صدر شعبۂ معاشیات جامعہ عثمانیہ
۵۔ پروفیسر عبد القادر صاحب صدر شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ

۶۔ مخدوم محی الدین صاحب ایم۔اے (عثمانیہ) کمیونسٹ قائد
۷۔ ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ
۸۔ ڈاکٹر یوسف حسین خانصاحب صدر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ
۹۔ ڈاکٹر یوسف الدین صاحب پروفیسر شعبہ دینیات
۱۰۔ پروفیسر غلام دستگیر صاحب رشید

ایک باقاعدہ طریق کار بنا لیا گیا۔ اور کام جاری ہو گیا۔
مرحوم کو اس کام سے اس قدر دلچسپی تھی کہ خود اس کمیٹی کے داعی بن گئے خود روئداد لکھتے۔ اس کی اہمیت ان کی نظر میں زندگی کے ایک بڑے مقصد کی سی تھی۔ مختلف تقابلی مطالعہ کیلئے سرمایہ داری، کمیونزم، اور اسلام کے اصول ماہرین سے مرتب کرائے جاتے ترتیب دیئے ہوئے مقالوں کو مطبوعہ نقلیں اراکین میں گشت کرائی جاتیں۔ مطالعہ کے بعد مشترک صحبت میں جرح و تنقید ہوتی۔ جانچ پرتال کے بعد سارے مباحث اور مسائل کو سامنے رکھکر ایک باضابطہ تفصیلی سوال نامہ ترتیب دیا گیا۔ ان تنقیحات کی روشنی میں تحقیق کا کام جاری تھا کہ مرحوم اللہ کے پیارے ہو گئے۔

مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی اور پروفیسر غلام دستگیر صاحب رشید نے بساط بھر اس کام کو جاری رکھا۔ اہم بنیادی مسائل روشنی میں آگئے یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ خدائے پاک کی توفیق ان کے کام میں رفیق ہو۔

جب میں نے ان مسائل کا مطالعہ کیا تو بے اختیار ضمیر کا تقاضہ ہوا کہ بلالحاظ مذہب وملت اِس روشنی کو ملک کے ذمہ دار کارکنوں تک پہونچاؤں تاکہ کمیونزم کے پردہ میں یہاں بدترین فرقہ پرستی، انسان دشمن رجعت پسندی اور غنڈہ گردی کے برپا کئے ہوئے فسادکو مٹایا جائے۔ اور اس ملک کے عوام اور غریبوں کے حقیقی معاشی اور سماجی مسائل کو حل کرنے کی راہیں نکالی جائیں، تاکہ سماجی انصاف، تقسیم دولت، اور آزادی گہری ایمانی، روحانی اور اخلاقی بنیادوں پر قائم کئے جائیں۔ اس کے بغیر ذات پات، اجارہ داری، سرمایہ پرستی، ذرائع پیدائش دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹے جانے کے تباہ کن نتیجے جڑ پیڑ سے اکھیڑے نہیں جا سکتے۔

ان مسائل سے متعلق اصل تنقیحات کی تشریح کے ساتھ ساتھ دیگر ارباب تحقیق کے نظریات بھی استفادہ کے لیئے شریک کر دیئے گئے ہیں۔

خادم

عبدالرزاق خاں (بی۔اے۔ ال ال بی)
رکن مجلس مقننہ

علامہ اقبالؒ کا نامۂ گرامی
قائداعظم دامِ اقبالہٗ کے نام

دستور جدید کے تحت بڑے بڑے عہدے اعلیٰ طبقہ کے افراد کو اور چھوٹی چھوٹی ملازمتیں فقراء کے احباب اور اعزہ کو ملیں گی ..... روٹی کا مسئلہ روز بروز نازک ہوتا جاتا ہے ..... جواہر لال (جو اس زمانے میں بڑے اشتراکی قائد مانے جاتے تھے) کی ملحدانہ اشتراکیت کی طرف مسلمانوں کے مائل ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لیگ کے سارے مستقبل کا دارو مدار اُن مساعی پر ہے جو اس مسئلہ کو حل کرنے میں وہ ابتدا کرے گی۔

خوش قسمتی سے اسلامی قانون کے نفاذ اور جدید تصورات کی روشنی میں اُس کو وسیع تر کرنے میں اس مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔ اسلامی قانون کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر اس نظامِ قانون کو اچھی طرح سمجھ کر عملی جامہ پہنایا جائے تو ہر فرد کے معاشی حقوق کا

تحفظ ہو سکتا ہے۔

ممکن ہے کہ ہندوستان میں اشتراکیت کا داخلہ خونریزی کا باعث ثابت ہو۔ ہندو مذہب اور نظام تمدن کیلئے یہ مشکل ہے کہ اگر وہ اشتراکیت کی جمہوریت قبول کرے تو پھر اُس تہذیب و سماج کے بنیادی اصول ہی باقی نہیں رہتے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اگر وہ اپنے قانونی اصول کے مطابق اشتراکیت کی موازوں اور مناسب شکلوں کو قبول کرلے تو کوئی انقلاب نہیں بلکہ اصل اور خالص اسلام کی طرف رجوع کرنے کے مترادف ہوگا۔

(خطوط اقبال بنام جناح)

قائد اعظم مدظلہ العالی اور اسلامی اشتراکیت کی محکم بنیاد

چٹاگانگ ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء۔ قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے عظیم الشان جلسہ عام میں پیش کئے ہوئے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ہم نے ایک ایسی سلطنت کا پکا ارادہ کر لیا ہے جسکی بنیاد مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر قائم کی گئی ہو۔ جب ہم دوسروں کے ساتھ انصاف اور راست بازی کا معاملہ کر سکتے ہیں تو پھر اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اپنوں کے ساتھ انصاف و دیانت سے کام لیں گے۔

آپ میرے احساسات اور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات ہی کی ترجمانی فرماتے ہیں جب یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اسلامی اشتراکیت اور سماجی انصاف کی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ . . . . . نہ کہ کسی اور ازم (ISM) پر۔ اسلامی اشتراکیت انسانی اخوت اور مساوات پر بہت زور دیتی ہے۔ سب کیلئے مساوی مواقع کا مطالبہ بھی میرے دل کی آواز اور آرزو ہے۔ ترقی کے اس نشان منزل اور نصب العین

کے متعلق پاکستان میں اختلاف اور حجت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا، ہم نے اس کی خاطر جد وجہد کی، ہم نے اُسے حاصل کیا۔ یہ سب اس لئے کہ مادی اور روحانی دونوں لحاظ سے اپنے معاملات کو اپنی روایات کے شایانِ شان انجام دینے کی آزادی نصیب ہو۔

اُخوت، مساوات اور انسانی وحدت، یہ سب ہمارے مذہب، کلچر، اور ہمارے تمدن کے بنیادی اجزاء اور عناصر ہیں۔ پاکستان کی تاریخ انہی بلند انسانی مقاصد کی حفاظت کی جد وجہد کی داستان ہے۔

(روزنامہ ہندو، ۲۷۔ مارچ ۱۹۴۸ء)

سرسی۔ پی راماسوامی ایئر کا بیان

"ماحول بدل کے بغیر کمیونزم کی مخالفت کامیاب نہیں ہو سکتی"

واشنگٹن ۲۳۔ مارچ سرسی پی راماسوامی ایئر سابق دیوان ٹراونکور نے ہندوستان میں اشتراکی میلانات کے متعلق امریکہ کے اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ملیک صحافتی کانفرنس میں کہا۔

"کمیونزم کے مخالف مقابل میں جب تک ایسا پروگرام لوگوں کے سامنے پیش نہ کریں جو کمیونسٹ پروگرام سے نصف درجہ کی حد تک تو لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ سکے اور اس پر عمل کر کے کم از کم ایسے چند مسائل حل نہ کریں جن کو بہ آسانی بہانہ بنا کر کمیونسٹ اپنا پروپگنڈا کرتے ہیں تو دیگر ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی کمیونزم کیلئے ایک بڑا میدان اور بڑے مواقع حاصل رہیں گے۔"

(اخبار ہندو۔ چہار شنبہ ۲۴ مارچ ۴۸ء)

اسلام ہی کمیونزم کا بہترین بدل ہے

مغرب آہستہ آہستہ اب تسلیم کرنے لگا ہے کہ صرف اسلامی فلسفہ حیات ہی کمیونزم کو پسپا دکھا سکتا ہے

(ڈیلی میل۔ لندن، ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی اشتراکیت

ارل مارکس سے ۸۰۰ سال پہلے یورپ میں
سلامان حزم کی مستند اور مدلل تصریحات

ب علمی مقابلہ جو حیدرآباد اکیڈیمی ۱۳۵۶ فصلی
میں پڑھا گیا

از

غلام دستگیر رشید ایم۔اے (عثمانیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

۱۲

تقریظ

از مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات
جامعہ عثمانیہ
برادر عزیز محترم غلام دستگیر صاحب رشید
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماشاء اللہ آپ نے مسئلہ کو خوب سمجھ لیا ہے اور اچھا اس کو آپ نے اس کے تمام حقوق کے ساتھ کیا ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم ومساعیکم۔

میرا خیال ہے کہ مسئلہ آجر و مزدور میں بھی اسلام کے جو نقاط نظر ہیں۔ ان کی اشاعت عام کی بھی شدید ضرورت ہے۔ خصوصاً ان نو آبادیوں میں جہاں ان بے چاروں کو بھیڑوں اور بکروں سے زیادہ ابتر حال میں رکھا جاتا ہے۔ مجھے تو امید ہے کہ غرباء اور مزدوروں پر اس راہ سے ممکن ہے کہ ہم سعادت کا دروازہ

سونے میں شائد کامیاب ہو جائیں۔

دُعا گو

مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی اشتراکیت

انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بہ تدریج وہ اسرار (اقبال)

تعارف: (ابو محمد علی ابن حزم کی ولادت دار الخلافت اندلس شہر قرطبہ میں آخری ماہ رمضان ۳۸۴ھ م ۹۹۴ء میں ہوئی۔ وہ حافظ، محدث، فقیہ، مجتہد ہونے کے علاوہ دیگر کئی علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اپنے علم پر عامل، زاہد اور صاحب فضائل شمار ہوتے تھے۔ ابن بشکوال کے قول کے مطابق علی ابن حزم تمام علماء اندلس میں جامع ترین عالم تھے سارے علوم اسلامی کی نہایت گہری اور وسیع معرفت رکھتے تھے۔ عربی زبان و ادب میں ان کی مہارت عظیم مسلم تھی۔ علاوہ متبحر عالم ہونے کے وہ سریع القلم اور کثیر التصانیف

مصنف جلیل تھے۔ ان کی کتابوں میں "کتاب الملل والنحل" اور "المحلی" شہرت تام اور قبولیت عام رکھتی ہیں۔ ان کے صاحبزادے نے باپ کے ورثہ میں ان کی تصانیف کی تقریباً چار سو جلدیں پائیں جو تقریباً اسی ہزار اوراق پر مشتمل تھیں ۴۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ "کتاب الملل والنحل" کا اردو ترجمہ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ سے شائع ہوا ہے۔ (وفیات الاعیان مولفہ ابن خلکان جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۲ عنوان "ابن حزم")

اسلام کی جامعیت اور اسکی بہترین تعبیر

اسلام کے سارے شعبوں اور ہمہ گیر اثرات اور خوبیوں کی تعبیر بھی لفظ اسلام ہی سے بخوبی ہوتی ہے لیکن یہاں اسلامی اشتراکیت محض ایک تشبیہی اور توضیحی ترکیب ہے جیسے اللہ پاک نے اسلام کو بھی دین کہا اور کفر کو بھی دین فرمایا "لکم دینکم ولی دین" (تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین) لیکن "ان الدین عند اللہ الاسلام" (اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے) سے اسلامی دین کا امتیاز ظاہر فرمایا۔ اور جیسے آج کل بعض لوگ اسلام کو "تحریک" کہتے ہیں۔ یہاں اسلامی اشتراکیت سے مقصود اسلام کے ان مسائل کی تشریح ہے جنکا تعلق اشتراک دولت سے ہے۔

اسلام میں اشتراک دولت

اپنے بلند روح کے ساتھ قرآن مجید نے اشتراک

کے عام اصول و قوانین | دولت کا ایک مکمل، مربوط اور متوازن نظام پیش کیا ہے۔ یہ نظام انفرادیت اور اشتراکیت کے مضر عناصر سے پاک اور ان کی خوبیوں کا جامع ہے سرمایہ پرستی کے نقصانات کو دور کرنے کے لیے اسلام نے سلبی اور ایجابی دونوں طریقے اختیار کئے۔ پہلے تو سرمایہ داری کبھی مضر حد تک نظام اسلامی میں پیدا ہی نہیں ہونے پاتی پھر جو کچھ سرمایہ پیدا ہوتا ہے اس پر ایجابی حدود اور شرائط عائد کئے گئے تاکہ توازن دولت قایم رہ سکے۔

ف۔ اللہ تعالیٰ ہی کو دولت اور دولت کے ماخذوں کا حقیقی مالک قرار دیا۔ انسانوں کی ملکیت ذاتی کی نفی کی گئی۔ وہ دولت کے امین ٹھہرائے گئے۔ ہماری اصطلاحی ملک کے معنی صرف تمتع کے حقوق ہیں۔ ساری دولت کو متاع کی حیثیت دی گئی ہے۔

ف۔ متاع سے "افادہ" حاصل کرنے پر حدود اور شرائط عائد کئے گئے۔ اسلامی حکومت اس کی نگران قرار پائی تاکہ معاشی توازن اور سماجی انصاف برقرار رہے۔

ف۔ مذہبی پیشوائی کے روپ میں مال کے ناجائز حصول کو ممنوع قرار دیا گیا۔ رسول اسلام نے اپنے اور اپنے

خاندان کے لیئے زکوٰۃ وصدقات حرام قرار دے کر مذہبی
معاشی اصلاح کی تاریخ میں ایک انقلابی قدم اٹھایا۔

ف - پیدائش دولت، صرف دولت اور تقسیم دولت
بدترین طرح کی پابندیاں عائد کی گئیں - مثلاً سودی عناصر کو بیدخل
کیا گیا - سود خوار سرمایہ داروں کے خلاف ایک محاذ جنگ
بنایا گیا، جس میں خدا اور اس کے رسولؐ کو بھی شریک سمجھا گیا - سود
کے سارے بقایاجات کو یک قلم منسوخ کیا گیا - ذخیرہ اندوزی - احتکار
اور زر اندوزی (اکتناز) کو روکا گیا - تباہ کن ناجائز اجارہ داریوں
کا خاتمہ کیا گیا - خاص خاص ذرائع دولت کو مفاد عام کی
خاطر عام طور پر حکومت کی ملک قرار دیا گیا)

ف - اسراف وتبذیر کی ممانعت کی گئی - اموال میں سائل
و محروم کے حقوق مقرر کئے گئے - تقسیم وراثت کا قانون نافذ کیا گیا -
تاکہ ہر نسل کی ساری دولت پوری سوسائٹی میں تقسیم ہو جائے -

ف - تحفظ اور ترقی پذیر سرمایہ پر سماجی تحفظ کا ٹیکس
عائد ہوا یعنی زکوٰۃ - اس کے منکرین مدعیان اسلام کو دائرہ
اسلام سے خارج کیا گیا اور ارتداد و بغاوت کا مجرم بنایا گیا جنکے
خلاف جہاد واجب ٹھہرا - معتدل اور عام حالات میں توازن دولت
کا اجتماعی تمثل کیلئے یہ حدود اور ضوابط کافی ہیں لیکن حالات

غیر معمولی بیش آجائیں اور ان حدود کی پابندی اور زکواۃ کے محاصل وغیرہ عام احتیاجات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہوں تو اسلام میں کیا اصول اور قوانین پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان مسائل کا شفی بخش حل ہو سکے۔ ؟

غیر معمولی حالات

اہم قانونی سوالات

اس سلسلہ میں اہم قانونی سوال یہ ہے کہ زکواۃ کے بعد بھی امیروں اور غنیاء کے مال میں اہل احتیاج کا حق ہے یا نہیں۔

فقہ اسلامی کا صاف اور صریح جواب یہ ہے کہ ادائی زکواۃ کے بعد مال و دولت میں غریبوں کا حق ختم نہیں ہو جاتا۔ ضرورت و احتیاج باقی ہے تو حق بھی باقی رہتا ہے۔

صح عن الشعبی ومجاهد و طاوس وغیرهم کلهم یقول فی المال حق سوی الزکاۃ۔

صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ شعبی۔ مجاہد۔ طاؤس وغیرہ سب کی یہ رائے ہے کہ زر و مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی اہل حاجت کا حق ہے۔

(المحلی جلد (۶) صفحہ ۱۵۶)

عن ابن عمر انہ قال فی مالك حق سوی الزکاۃ۔

ابن عمر سے بھی یہی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا تیرے مال میں علاوہ زکوٰۃ کے بھی حق ہے۔

بنیادی احتیاجات اور ان کی تکمیل

اگر زکوٰۃ کے علاوہ اہل سرمایہ کے سرمایہ میں حاجتمندوں کا حق ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی حد کیا ہے؟ کم سے کم حد بنیادی احتیاجات کی تکمیل اور کفایت ہے اس حد تک سرمایہ داروں پر محاصل لگائے جا سکتے ہیں۔ یا حکومت جو بصورت مناسب ہو اختیار کر سکتی ہے کیونکہ اصل بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اغنیاء پر حاجتمندوں کی قیام حیات و کارکردگی کا سروسامان کرنا فرض و واجب ہے۔

فی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم

سائل و محروم کے لئے ان کے سرمایہ و مال میں معین حق ہے۔

(سورہ معارج پ ۲۹ قرآن مجید)

اس سے بھی آگے ایک اور وقعہ ہے۔ زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ فتوحات سے حاصل شدہ زمین کے محاصل بھی غریبوں کی تکمیل احتیاجات کے لئے کافی نہ ہوں

تو ان کی تکمیل اغنیاء پر لازم ہے۔

فرض علی الاغنیاء من اھل کل بلد ان یقوموا بفقرائھم۔ ان لم تقو الزکاۃ بھم ولا فی سائر اموال المسلمین بھم

اگر زکوٰۃ اور دوسرے حاجتمندوں کی احتیاجات کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہیں تو ہر بستی کے اغنیاء پر فرض ہے کہ ان کی ضروریات کی تکمیل کریں۔

(المحلی جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ مسئلہ ۶۲۵)

بنیادی احتیاجات کا اسلامی نظریہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنیادی احتیاجات کیا ہیں۔ ابن حزم اس کی فقہی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو ضروریات زندگی کم سے کم اس معیار کی فراہم ہونی چاہئیں۔

غذا (۱)

بما یاکلون من القوت الذی لا بد منہ

ایسی غذا جو ان کی زندگی اور ضروریات کارکردگی کے لئے ناگزیر ہو۔

لباس (۲)

من اللباس للشتاء والصیف بمثل ذالک

ایسی طرح ایسا لباس جو گرمی سردی میں صحت و قوت کو باقی رکھے۔

مکان (۳)

وبیت یکنھم من المطر والصیف والشمس وعیون المارۃ۔

اور ایسا مکان جو انہیں بارش اور گرمی کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے اور اس میں راہروں کی نظروں سے ان کی خلوت کی پردہ داری ہو سکے۔

(المحلی جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ مسئلہ ۶۲۵)

قرآن میں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ	اہل قرابت کو ان کے حقوق دو اور مسکین و مسافر کو بھی۔

(بنی اسرائیل ع ۳ پ ۱۵)

اس آیت میں لفظ "حقہ" اس معیار کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے

معیار زندگی کی ترقی ـــــ مزید ضروریات و احتیاجات

بنیادی ضروریات و احتیاجات تو یہی ہیں لیکن احتیاجات ان ہی چند صورتوں پر منحصر نہیں ہیں۔ ان کی مزید صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ ناگزیر اور شدید نوعیت بھی اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ سب کچھ ملک کے ترقی پذیر ہونے اور معیار زندگی کی تدریجی ترقی پر منحصر ہیں۔

ضروریات کی تکمیل کے مفہوم میں ان کی ساری حقیقی ضروریات داخل ہیں قرآنی کلیات اور فقہی جزئیات پیش نظر ہوں تو قیام و طعام کی ضروریات کے علاوہ تعلیمی اور تعلیمی ضروریات کی تکمیل بھی ان میں شامل ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کسی شیر خوار کو دودھ کی ضرورت ہو تو نفقہ جس پر واجب ہے اس کو اس کی بھی تکمیل کرنی لازم ہے۔

كل من وجبت عليه نفقة غيره	ہر وہ شخص جس پر کسی کا نفقہ واجب ہو تو
يجب عليه المأكل والمشرب والملبس	اس کا مطلب یہی ہے کہ اس پر واجب ہے

والسکنی والرضاع إن کان رضیعًا
لان وجوبها بالکفایة والکفایة تتعلق
بهذه الاشیاء ۔

(بدائع الصنائع جلد ۴ صفحہ ۳۰)

اس کا کھانا اس کا پہنا اس کا لباس اس کا
مکان اگر شیر خوار ہونے کی وجہ سے دودھ
پلوانے کی ضرورت ہو تو اس کا بھی نظم
کرنا واجب ہوگا کیونکہ ان چیزوں کے
وجوب کے معنی یہی ہیں کہ اس کے لئے
کافی ہو جائے اور ان چیزوں کے بغیر ضرورتوں
کی کفایت نہیں ہوگی (مضمون ہو لغات القرآن
صدق - ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء جلد ۱۱ نمبر ۲۹)

طبعی ضروریات کی تکمیل

اگر کسی کو مرض یا کسی وجہ سے نوکر کی ضرورت ناگزیر ہو تو اس کی تکمیل کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے اسلامی نقطہ نظر سے حکومت پر تعلیمی یا طبی اسٹاف کا لزوم اسی سے نکلتا ہے

فان کان للمتفق علیه خادم
یحتاج الی خدمته تفرض له ایضاً
لان ذالک من جملة الکفایة

(بدائع الصنائع جلد ۴)
(صفحہ ۳۰)

جس کے مصارف کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے
اگر کسی نوکر کو خدمت کا وہ محتاج ہو تو
نوکر کا مہیا کرنا بھی اس پر فرض ہوگا کیونکہ
نوکر بھی تو ان ہی چیزوں میں داخل ہے
جن کی کفایت ضروریات کے لئے حاجت ہے

احسان کی ہمہ گیری

والاحسان یقتضی کل ماذکرنا ومنعہ اساءۃ بلاشک

خود احسان ان سب امور کا مقتضی ہے اور اس کا روکنا بلاشبہ برائی ہے

احسان روکنے کا نتیجہ جہنم ہے

جہنمی زندگی میں انسان کیوں داخل ہوتا ہے! قرآن کی زبان سے اس کا جواب سنیئے جب اہلِ دوزخ سے سوال کیا جائے گا کہ تم کو جہنم میں جانے کے کیا اسباب ہوئے؟ ماسلککم فی سقر" ؟ تو اہلِ دوزخ جواب میں کہیں گے۔

لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین

ہم خدا کے آگے جھکتے نہ تھے اور مساکین کے پیٹ بھرنے کا سامان نہ کرتے تھے۔

(سورۂ مدثر ع ۱ پ ۲۹ (قرآن مجید)

اسلام کی نظر میں بنیادی معاشی مسائل عام ہیں

اس باب میں قرآن شریف کی آیت حسب ذیل ہے۔

وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب

والدین کے ساتھ احسان لازم ہے۔ اہلِ قرابت یتیموں، مسکینوں، رشتہ داروں (ہمسایوں) دوستوں پڑوسیوں،

بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم۔	ہم وطنوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک لازم ہے۔

(سورۃ نساء ع ۶ پ ۵ قرآن مجید)

ان آیات کی رو سے اللہ تعالیٰ نے اہل قرابت کے حقوق کے ساتھ ہی ان معاشی احتیاجات کی تکمیل کے مسائل میں غیر مسلم پڑوسیوں اور ہم وطنوں کو بھی خاص صراحت کے ساتھ شامل کر لیا ہے (المحلی صفحہ ۱۵۶) اگرچہ لفظ مساکین کے مفہوم میں بھی سب مسلم اور غیر مسلم اہل حاجت شامل تھے۔ اس صراحت کا خاص منشاء یہی ہے کہ معاشی مسائل کے حل میں ایک مشترک اور عام محاذ اختیار کر لیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضؓ فاروق کے زمانے میں بنی تغلب وغیرہ کے غیر مسلم قبائل نے محاصل زکاۃ (سماجی تحفظ کے محاصل) ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کر کے اپنے مساکین و محتاجین کے لئے بھی مسلمانوں کے سے حقوق حاصل کر لئے تھے۔

(تاریخ اسلام جلد اول دار المصنفین۔ بیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

مسلمانوں پر ہم وطنوں کے معاشی حقوق

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان جس محلہ جس شہر یا جس ملک میں رہتے ہوں وہاں کے عام باشندے خواہ ان سے رشتہ ہو یا نہ ہو بلکہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں لیکن صرف وطنی تعلق مسلمانوں پر ان کے معاشی حق کو قائم کر دیتا ہے۔"

(ایک اسلامی معاشی نظریہ از مولانا مناظر احسن گیلانی "صدق"
۲۲۔ اگست ۱۹۴۵ء)

تقسیم دولت بمعیار ضرورت

اس سلسلہ میں تقسیم دولت کا کم از کم معیار یہ ہے کہ سب کی بنیادی احتیاجات پوری ہو سکیں۔

"شیر خدا رضی اللہ عنہ کا فتوے"

عن محمد بن علی بن ابی طالب انہ سمع علی بن ابی طالب یقول ان اللہ تعالی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقراءھم فان جاعوا او عروا او جھدوا فبمنع الاغنیاء وحق علی اللہ تعالی ان یحاسبھم یوم القیامۃ ویعذبھم علیہ۔

(المحلی جلد ۶ ص ۱۵۸)

حضرت محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مال میں اہل حاجت کا اس قدر حق فرض کیا ہے جو ان کی بنیادی ضروریات کو کافی ہو سکے اگر اغنیاء کے مال کو روکنے سے لوگ بھوکے اور ننگے رہیں یا تنگی میں مبتلا ہوں تو قیامت میں حق تعالیٰ کا محاسبہ اور عذاب ان پر حق ہے۔

مساوی تقسیم دولت اشتمالیت کی انتہا

بعض حالات ایسے بھی پیش آ سکتے ہیں کہ ایک گروہ یا سوسائٹی کے چند ہاتھوں میں دولت ہو اور دوسرے محتاج ہوں صورت حال شدید ہو اور دولت صرف اس قدر ہو کہ جب تک سب ضرورت مندوں میں

اس کی مساوی تقسیم نہ کی جائے کام نہیں چل سکتا۔ ایسی صورت میں دولتمندوں کی دولت یا ان کا سروسامان سمیٹ کر کے سب میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ مساوی تقسیم اشتراک و اشتمال کی آخری اور انتہائی اور غیر معمولی صورت ہے۔

ایک بار تین سو صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ امیر جماعت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح تھے۔ کئی صحابہ کا زادِ راہ ختم ہو گیا جن کے پاس زادِ راہ رہ گیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سب کو جمع کرنے کا حکم فرمایا اور وہ توشے سب میں برابر تقسیم کر دئے گئے۔

صح عن ابی عبیدۃ بن الجراح وثلثمائۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم ان زادھم فنی فامرھم ابو عبیدۃ فجمعوا الزواد ھم فی مزودین وجعل یقوتھم ایاھا علی السوء فھذا اجماع منقطع بہ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم لا مخالف لھم منھم۔

ابو عبیدہؓ بن الجراح اور تین سو دوسرے صحابیوں سے یہ روایت صحیح ثابت ہے کہ ایک بار فوج کا زادِ راہ ختم ہو گیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ لوگ اپنے اپنے توشوں کو توشہ دانوں میں اکٹھا کریں اور اس کے بعد غذا سب میں مساوی تقسیم کرتے رہے پس اس مسئلہ پر صحابہ کا قطعی اجماع ہے۔ ان میں سے کسی کو اس سے اختلاف نہیں

(جلد ۶ المحلی صفحہ ۱۸۷ تحت مسئلہ ۷۲۰)

مواخات و مساوات کی مشہور تاریخی دلیل

دربار رسالت کا فیصلہ

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان اسی اصول پر سرمایہ کی تقسیم عمل میں آئی اور اسی امداد باہمی کے رنگ میں (مؤاخاۃ Comradeship) اخوت یعنی بھائی چارہ قائم ہوا۔ کیونکہ مہاجرین کا معاملہ سے بے سروسامان آئے تھے۔ معاشی جدوجہد کے لئے ان کے ہاں کوئی سرمایہ نہ تھا۔ یہ ضرورت دولت کی مساوی تقسیم کے لئے دربار رسالت کا یہ قطعی فیصلہ اور عملی نمونہ ہے۔

(باب ہجرت سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی جلد ۱)

زائد اموال و منافع پر اشتراکی و اجتماعی قبضہ

اگر ملک و قوم میں کسی قلیل یا طویل مدت کیلئے ایسی معاشی صورت حال پیدا ہو گئی ہو کہ سرمایہ داروں سے ان کی ضرورت کی تکمیل کے بعد ان کے بقیہ زائد اموال یا زائد منافع پر اہل ملک کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے حکومت کا قبضہ حاصل کرنا ضروری ہو (مثلاً فوجی ضروریات قحط وغیرہ) تو یہ بھی جائز ہے بلکہ شدید ضرورت پر واجب ہے یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال من کان معہ فضل ظھر فلیعد بہ من لا ظھر لہ ومن کان لہ فضل من زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ قال فذکر من اصناف المال ما ذکر حتی رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل قال ابو محمد ھذا اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنھم۔

المحلی ص ۱۵۸ جلد ۶

ابو سعید خدری نے رسول اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس کے پاس زائد سواری کا اونٹ ہو چاہیے کہ وہ اس شخص کو دے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ جس کسی کے پاس زائد توشہ ہو اسے وہ اس شخص کو دے جس کے پاس توشہ نہ ہو ابو سعید کہتے ہیں کہ اسی طرح آنحضرتؐ مختلف اموال کا تذکرہ فرماتے چلے گئے حتیٰ کہ ہم لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ زائد از ضرورت مال میں ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس حدیث شریف کا آخری ٹکڑا ان ساری جزئیات تفصیلات کے اصل اصول کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کا جائز زائد سرمایہ چھین لیا جائے بلکہ ضرورت پر یہ بھی ہو سکتا ہے۔

فاروق اعظم کا ارشاد اسی سیاسی میں عام حدود کی پابندیوں کے باوجود اغنیاء کی غیر معمولی دولت اور مہاجرین کی تنگی پر نظر فرما کر حضرت عمر فاروق نے اپنے وصال سے پہلے ارشاد فرمایا۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول اموال الاغنیاء فقسمتہا علی فقراء المہاجرین وھذا اسناد فی غایۃ الصحۃ والجلالۃ۔

(المحلی ص ۱۵۸)

حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے فرمایا اگر مجھے پہلے ہی اس امر کا اندازہ ہوتا جس کو ہوا تو میں اغنیاء کے پس ماندہ سرمایہ اور زائد اموال کو لے کر فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔ اس کی سند غایت درجہ صحیح اور قوی ہے

ذرائع پیدائش دولت کی اشتراکیت

اگر ملک کی معیشت کی اصلاح میں پیدائش دولت کے کسی ایک اہم ذریعہ یا چند یا کل ذرائع کو حکومت کا اپنے قبضہ میں لینا ضروری معلوم ہو تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ ہی میں یہ سوال پیدا ہوا اور واضح طور پر اس کا فیصلہ راہ نمائی کے لئے موجود ہے۔ مفتوحہ زمینیں پیداوار کا سب سے بڑا ذریعہ تھیں۔ انہیں کے متعلق یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا یہ شخصی ملکیتوں میں رکھی جائیں یا حکومت انہیں اپنی نگرانی میں لے لے

حضرت علیؓ اور فاروق اعظمؓ کا اتفاق

جلیل القدر خلیفۂ اسلام سیدنا فاروقؓ اعظم نے فقہ و اجتہاد کے ماہر صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور مشہور جرنیل اور

مدبر حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کی تائید اور اتفاق سے یہ فیصلہ نافذ فرمایا کہ جنگ قادسیہ کے بعد عراق کی جو سرزمین "السواد" مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی ہے اس کا چوتھائی حصہ اسی قبیلہ بجیلہ کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ فوجی جان نثاروں کا چوتھائی حصہ اسی قبیلہ کے سرفروشوں پر مشتمل تھا۔ اس قبیلہ کے دو تین سالہ قبضہ کے بعد اجتماعی مفاد کے لحاظ سے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان زمینات کو حکومت اپنے قبضہ و نگرانی میں لے لے حضرت عمرؓ نے رئیس قبیلہ حضرت جریر بن عبداللہؓ کو آمادہ کر لیا کہ اس زمین سے ان کا قبیلہ اپنا قبضہ اٹھا لے اور اس کو حکومت کے سپرد کر دے۔ اسی قبیلہ کی ایک عورت ام کرز نے کسی قدر اپنے حصہ کا کچھ معاوضہ لیا۔ بہر حال حکومت مختلف مصالح کے پیش نظر مناسب صورت اختیار کر سکتی ہے

غیر و بحران کی زمینوں کا تخلیہ بھی ان ہی اصول پر ہوا۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت حسب ضرورت و مصلحت بلا معاوضہ یا معاوضہ پر ایسے اقدامات کر سکتی ہے۔

کلیدی صنعتوں پر حکومت کا قبضہ

امام مالکؒ نے بھی اسی بناء پر مفاد عامہ کی معدنی زمینات کے متعلق یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ انکی ملکیت کا حق حکومت کو پہونچتا ہے۔

(قال مالک تصیر الارض للسلطان۔ المحلی ج ۸ صفحہ ۲۳۰)

(تشریح کے لئے ملاحظہ ہو مضمون "ایک اسلامی معاشی نظریہ")

(مولانا مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ صدیق۔
۱۰۔ اگست ۱۹۴۵ء)

حکومت سرمایہ داروں پر جبر کرے

احتکار و اکتناز و ذخیرہ اندوزی اور اہل حقوق کے مال کو روکنا بلکہ اپنے سرمایہ سے غریبوں کو غریب تر بنانا زر پرستوں کی عام عادت ہے جب تک ایمان کی قوت اور قانون کا شدید حربہ نہ ہو وہ کم نہیں جا سکتے۔ اس لئے حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی قوت و طاقت استعمال کر کے سرمایہ داروں سے اہل احتیاج کے حقوق دلائے۔ یجبر هذا السلطان علی ذالک (المحلی جلد ۶ ص ۱۵۶)

یہ حقوق اہل سرمایہ کی خوشی کے صدقات نہیں ہیں۔

"القیام بالمجہود" فرض ودین ... ولیس صدقة تطوع
(المحلی جلد ۶ ص ۱۵۹)

اشتراک سے آگے انتہائی ایثار۔

اسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اشتراک و اشتمالیت کے حدود کے آگے ایثار نفس کا مرتبہ ہے ایثار میں انسان نہ صرف یہ کہ کم سے کم لیتا ہے اور زیادہ سے زیادہ

خدمت کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتا ہے یوثرون علیٰ انفسھم حیات رسولؐ اور خلفاء راشدینؓ کا مقام ایثار رہے۔ اسلامی اشتراکیت اسی روح ایثار پر مبنی تھی۔

ھو واھلہ لا یجدون عشاءً

آپ اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے (کیونکہ رات کا کھانا (ایثار کی وجہ) میسر نہیں ہوتا تھا

(جامع ترمذی عیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ سارے عرب کی حکومت کے زمانہ میں یعنی مدینہ کے قیام سے وصال تک آپ نے کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔

ننگوں کی تن پوشی کے لیئے اس قدر ایثار فرمایا کہ اکثر ایک جوڑے پر قناعت فرماتے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں لا یطوی ثوابی کبھی آپ کا کوئی کپڑا تہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ غریب مقروضوں کے قرض کی ادائی اور غریب طالبان علم وحق کے خرچ کی ذمہ داری خود آپ نے لے رکھی تھی۔ ع۔

عجز اللہ سے ان کا کہ شہ کل ہو کر
زندگی اپنی غریبوں میں گذاری ساری

منظم انقلاب

آخری منزل۔ مجادلہ یا مقاتلہ

اہل حاجت اغنیاء کے اموال اور پیدائش دولت کے سرچشموں میں مذکورہ بالا حقوق اسی وقت پا سکتے ہیں جبکہ اغنیاء میں ان فرائض کا شدید احساس ہو جو اسلام میں بیک وقت مذہبی اور اجتماعی فرائض کا درجہ رکھتے ہیں یا حکومت وقت کی مشنری اس قدر رعایا پرور ہو کہ تقسیم دولت کی ناانصافیوں کو دور کرنے اور ضرورت مند رعایا کی احتیاجات کی تکمیل میں اہل سرمایہ کو اپنی طاقت سے قانونی طور پر مجبور کر دے۔

اگر ذرائع پیدائش پر قابض امیر بے درد اور اس قول کے مصداق ہوں کہ ؎

"دولت ایمان نہ لا سکی سرمایہ مسلمان ہو نہ سکا"

اور حکومت کی مشنری ان ہی خدا ناترس زر پرستوں اور جاہ کے پجاریوں کے ہاتھوں میں ایک آلۂ کار ہو تو پھر ان مقاصد کی تکمیل کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

صاف ظاہر ہے کہ جب تک سارے بھوکے پیٹ اور ننگے بدن

پریشان دل اور حواس دماغ، بھدرو با تھ، نظام سرمایہ داری کا منظم مقابلہ نہ کریں ملک میں ان مقاصد کو رد بکار لانے والی فضا پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔

یہی منظم مقابلہ اپنے فطری اور تدریجی منازل طے کرتے ہوئے شدید انقلاب یعنی مقابلہ کی منزل کو پہونچتا ہے۔

سرمایہ پرست حکومت ایک عرصہ تک اپنی فوجی اور غیر فوجی طاقت سے اسے دبا دینے بلکہ مٹا دینے کی کوشش کرتی ہے۔ یہاں تک کہ خود فوج کے سپاہی بھی جو جان بچا کر پیٹ بھرنے والے مزدور ہوتے ہیں انقلاب سے پوری طرح متاثر ہوتے ہیں وہ سنگینیں جو مجبوراً غریبوں کے سینوں کی طرف اٹھتیں ہیں آخر کار کبھی توقع کے مطابق اور کبھی خلاف توقع عین موقع پر ملوم غریبوں کی صف میں شریک ہو جاتی ہیں اور اس طرح ۔ رونی حکومت اور نظام سرمایہ داری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

تشدد و انقلاب فرض کب بن جاتا ہے

لہذا جب اور صورتیں اصلاح حال کی ممکن نہ ہوں تو اسلام اہل حاجت کو تشدد کا حق دیتا ہے۔ بلکہ ضرورت پر اسے فرض گردانتا ہے جیسے فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب کوئی پیاسا ہو اور پیاس سے موت کا خوف پیدا ہو جائے تو اس پر

فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جہاں کہیں اور جس کسی کے پاس پانی ہو چھین لے

ویقولون من عطش فخاف الموت فرض علیہ ان یاخذ الماء حیث وجدہ وان یقاتل علیہ

(المحلی جلد ۶ صـ ۱۵۹)

فقہا کا قول ہے کہ اگر کوئی پیاسا ہے اور اسے موت کا خوف پیدا ہو گیا ہے تو اس پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پانی جہاں کہیں پائے چھین لے اگرچہ اسے اس کیلئے قتال و جنگ و جدال کی بھی ضرورت پیش آئے۔

امام ابو محمد ابن حزم فرماتے ہیں :- یہ کیا فرق ہے کہ پیاس کے

قال ابو محمد۔ فای فرق بین ما ابا حوالہ من القتال علی ما یدفع بہ عن نفسہ الموت من العطش، و بین ما صنعوہ منہ من القتال عن نفسہ فی ما یدفع بہ عنہا الموت من الجوع والعری ۔ وھذا خلاف الاجماع والقرآن والسنن والقیاس۔

(المحلی جلد ۶ صـ ۱۵۹)

باعث نفس سے موت کو دفع کرنے کے لیئے تو قتال مباح کیا جائے اور بھوک اور عریانی کے سبب نفس کو ہلاکت سے بچانے کیلئے قتال منع کیا جائے (جبکہ دونوں ایک ہی نوعیت رکھتے ہیں ان میں فرق کرنا اجماع قرآن سنت اور فقہی قانونی قیاس کے خلاف ہے۔

حنفی فقہا کا مسلک

واقعہ بھی یہی ہے کہ حنفی علماء نے پیاس اور بھوک وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا۔

من قد اجهده الجوع حتى يخاف عليه التلف فيلزمه ان يعطيه ما يسد رجوعه

(ص ۱۵۲ ج ۱) تفسیر ابوبکر جصاصؒ

بھوک کے غلبہ سے ہلاکت کا خوف ہو تو ازالہ کے لئے جو غذا مطلوب ہو اس کا دینا واجب ہے۔

تشدد و انقلاب کا حق

اگر بغیر تشدد و انقلاب کے ضروریات زندگی حاصل نہ ہو سکیں تو مضطر اور مجبور غریبوں کو قتال کا حق ہے۔

ولہ ان یقاتل عن ذالک

(المحلی جلد ۶ ص ۱۵۹)

مضطر غریب کو مقاتلہ کا حق حاصل ہے

فان قتل فعلی قاتلہ القود

اس مقاتلہ اور مقابلہ میں اگر مجبور غریب مارا جائے۔ تو حق کو روکنے والے سرمایہ داروں پر اس کا خون عائد ہوگا۔

(المحلی جلد ۶ ص ۱۵۹)

وان قتل المانع فالی لعنۃ اللہ لانہ منع حقا

اگر کشمکش میں اس حق کو روکنے والا سرمایہ دار مارا جائے تو خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا کیونکہ اس نے حق کو روکا ہے۔

(المحلی ج ۶ ص ۱۵۹)

قتال و جدال کے ذمہ دار کون ہیں؟

سرمایہ پرست ہی مفاد عامہ کے باغی اور طاغی ہیں

ایسا حق ناشناس سرمایہ دار گروہ سوسائٹی کی خوشحالی و ترقی
کو ہر لمحہ بہبودی اور انسانیت کے عام مفاد کا دشمن۔
وھی طائفۃ باغیۃ

(المحلی ص ۵۹ جلد ۶)

باغی کے خلاف قتال کا حق اور حکم

ذیل کی آیت قرآن باغی کے خلاف قتال کا حق اور حکم دیتی ہے۔

فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ

اگر تم میں کوئی جماعت دوسروں پر زیادتی و ظلم کرے تو اس باغی سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کے آگے جھک جائے۔

(سورہ حجرات ع ۱ پ ۲۶ قرآن مجید)

حقوق کا باغی یا غاصب کون ہے؟

ومانع الحق باغ علی اخیہ الذی لہ الحق۔

حق کا روکنے والا سرمایہ دار اپنے اس بھائی سے بغاوت کا مجرم ہے جس کا حق اس پر ثابت ہوتا ہے۔

(المحلی جلد ۶ ص ۱۵۹)

عمل صحابہ کی دلیل اسی سبب سے خلیفۂ برحق صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ روک رکھنے والے سرمایہ دار قبائل کے خلاف جہاد و قتال کیا کیونکہ زکوٰۃ غریبوں کا حق تھا۔

وبھذا قاتل ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ مانعی الزکاۃ۔

(المحلی ص ۱۵۹ جلد ۶)

معاشی اصلاح و انقلاب میں غیر مسلموں کے ساتھ تعاون کے حدود و قیود

ان ساری تفصیلات سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ معاشی انقلاب اور اصلاح سوشل جسٹس کی کن کن صورتوں میں اور کس

مذہب مسلمان دوسروں کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں کیونکہ اسلام نے "بر و تقویٰ" یعنی مقاصد و اصول کی خوبی اور افادہ پر تعاون کی بنیاد رکھی ہے نہ کہ کسی اور تفریق پر۔

قرآن مجید کی مشہور آیت "تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" غیر مسلموں کے ساتھ تعاون کی نوعیت پر نازل ہوئی ہے۔

اسلامی نظام کے امتیازات بخلاف مادی سوشلزم یا کمیونزم کے اسلام کا کمال امتیاز یہ ہے کہ اپنے مذہبی اور مابعد الطبیعی اشتراکی و انقلابی نظام کے عناصر کے لیئے اس نے حدود جو تحکم غیر متزلزل اور یکسانہ بنیاد فراہم کی ہے۔ یہ بنیاد اس کے الہیاتی اقدار و عقائد اور ان سے پیدا ہونے والے اخلاقی اصول ہیں۔ ان یکساں بنیادوں ہی سے ہم اشتراکی حقوق و فرائض کی تشفی بخش توجیہ کر سکتے ہیں۔ افراد پر اجتماعی بھلائی کے لیئے جبر کو حق بجانب قرار دے سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اسلام کے معاشرتی قوانین بھی اسلامی اشتراکیت کے معین و مددگار ہیں۔

یوں تو اسلام کا ہر قانون اپنے عامل کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ لیکن انسانیت و اشتراکیت کا کمال سارے مربوط نظام پر عمل پیرا ہونے پر ہی ظہور میں آسکتا ہے۔

مادیت ایک بے بنیاد حقیقت ہے

مادیت کی فلسفیانہ بنیاد کا تو کبھی امکان ہی نہ تھا۔ لیکن کمیونسٹ طبقہ کی طرف سے مغالطہ آمیز سائنٹیفک مادیت کا بہانہ اختیار کیا گیا۔ سائنس کی ترقی نے مادہ کو توانائی میں تحلیل کر دیا۔ مادہ کا اپنے مفروضہ صفات و تعریفات کے ساتھ کوئی مستقل وجود ہی نہیں رہا۔ بقول "سر سی وی رامن" "اب طبعیات مابعد الطبیعات کی سرحد میں داخل ہو گئی ہے"

انیسویں صدی کے عام مغالطۂ مادیت اور جاہلانہ فریب و خیال کا سائنس کی دنیا میں خاتمہ ہو گیا۔ نیوٹن کی جبریت نے غیر محدود امکانات کے نقطۂ نگاہ کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی ہے۔ (ملاحظہ ہو مضمون ڈاکٹر رضی الدین "تقدیر اور سائنس"، رسالہ سائنس انجمن ترقی اردو) اشتراکیت کے لئے مادیت کا سہارا نہایت غیر حکیمانہ اور کھوکھلی بنیاد ہے۔

مادیت اشتراکیت کیلئے تباہ کن خطرہ ہے

سرمایہ داری کا آخری سہارا کائنات کا مادی نقطۂ نظر اور مادی منطق ہے۔ مادیت کوئی اشتراکی جدت نہیں۔ سرمایہ داری کو بدترین منزل تک مادیت ہی نے پہونچایا ہے۔ مادیت اور سرمایہ داری ایک دوسرے کے رفیق و مددگار رہے۔

سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے مادیت کا خاتمہ ضروری ہے
اسی طرح سرمایہ داری مذہب کی رفیق نہیں بن سکتی۔ مادی نقطۂ نظر سے تاریخ عالم کی صرف معاشی توجیہ اور میکانی تشریح محض ایک جزوی حقیقت ہے۔ اشتراکی مقاصد کو بام عروج تک پہونچانا ہے تو اس کے لئے اسلام کی سی روحانی و اخلاقی بنیاد درکار ہے۔

انسانیت کا حقیقی مستقبل اسلام ہے

اگر عالمانہ تحقیق اور بیگانہ نظر عالمانہ مغالطوں اور تعصب کی جگہ لے تو واضح ہو جائے گا کہ اسلام کی الٰہی حکومت اور رسالت ہی کا معنوی نمونہ ہی انسانیت پرور، ترقی پذیر اور پائیدار اشتراکی نظام کے دوامی اور غیر متزلزل سہارے ہیں۔ اس لئے اسلام ہی انسانیت کا روشن مستقبل ہے۔

حضرت اقبالؒ نے ان حقائق کو محسوس فرما کر زبان ابلیس اس کے مشیروں کے سامنے طنزیہ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

دولت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں

کہتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

چشمِ عالم سے رہیں پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے

(اشتراکیت)

(علامہ اقبال جو ارمغانِ حجاز)

ایک اسلامی معاشی نظریہ

امراء کے مال میں غرباء کے حقوق کی آخری حد

از مولانا مناظر احسن گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ و مصنف اسلامی معاشیات

عوام کے منافع و مفاد کی نگرانی حکومت کے فرائض میں ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ فتوحات کے بعد پیداوار کا سب سے بڑا ذریعہ جب مفتوحہ زمینیں بن گئیں تو ابتداء اسلام ہی میں اس سوال کا اٹھنا کہ پیداوار کے اس بڑے ذریعہ کو آیا شخصی ملکیتوں میں دیدیا جائے یا حکومت اس کو اپنی نگرانی میں لے لے؟ چند صحابہ کے اختلاف کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب (حضرت علی و حضرت معاذ و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہم حضرات کی تائید سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے اس فیصلہ کو نافذ فرمانا کہ آج اشخاص پر ان زمینوں کو اگر تقسیم کر دیا جائے گا تو مسلمانوں کی آئندہ آنے والی نسلیں پائیں گی کہ ان کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رکھا گیا ہے اور اس کے بعد آمدنی کے اس سب سے بڑے ذریعہ کو حکومت کا اپنے ہاتھ میں لے لینا بلکہ اس

سلسلہ میں جو اس واقعہ کا ذکر جو کیا جاتا ہے کہ قادسیہ کی مشہور جنگ جس کے بعد عراق کی سرزمین جسے السواد کہتے تھے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی چونکہ قادسیہ کی مہم میں کہا جاتا ہے کہ فوج کا چوتھائی حصہ قبیلہ بجیلہ کا تھا جس کے سردار حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع میں السواد کی زمین کا چوتھائی حصہ قبیلہ بجیلہ کے سپرد کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ دو سال یا تین سال تک بجیلہ والے اس پر قابض بھی رہے۔ لیکن جب آخر میں یہ لے پالیا کہ مسلمانوں کی آمدنی کے اس سب سے بڑے ذریعہ کو حکومت اپنی نگرانی میں لے لے تو حضرت عمر نے حضرت جریر بن عبداللہ (رئیس قبیلہ) کو آمادہ کیا کہ اُن کے قبیلہ والے اس زمین سے اپنا قبضہ اٹھا کر حکومت کے سپرد کر دیں حضرت جریر اس پر راضی ہو گئے اور السواد کا یہ حصہ بھی حکومت کی زیر نگرانی آگیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ بجیلہ کی صرف ایک عورت جس کا نام اُم کرز تھا، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میرا باپ جنگ میں کام آیا ہے اور میرا حصہ سواد کی زمین میں ثابت ہو چکا ہے میں اس سے دست بردار نہیں ہو سکتی، حضرت عمر نے فرمایا کہ اُم کرز تمہاری قوم جیسا کہ تم جانتی ہو اپنے حصہ سے دست بردار ہو چکی ہے پھر تمہیں کیوں عذر ہے۔ اُم کرز نے کہا کہ قوم کے لوگوں نے خواہ کچھ بھی کیا ہو، لیکن جناب میں تو اس وقت تک اپنے حصہ کو حکومت کے

بیٹھ نہیں کر سکتی جب تک کہ مجھے ایک سدھی ہوئی اونٹنی جس پر سرخ خرمہ کسی ہوئی ہو اس طور پر نہ ملے کہ میری دونوں مٹھیاں سونے سے بھر دی جائیں، حضرت عمرؓ نے اُم کرزؓ کی اس خواہش کی تکمیل کر دی کہتے ہیں کہ مٹھی میں جو سونا بھر آگیا تھا جب اُم کرزؓ نے اُسے گنا تو معلوم ہوا کہ اسّی اشرفیاں ان کے پلے پڑیں بہر حال یہ اور اس کے سوا بھی خیبر و کنان وغیرہ میں زمین کا جب تخلیہ کرایا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاوضہ دیکر یا بلا معاوضہ حکومت اپنے سوا بدید سے ایسا قسم کے اقدامات کر سکتی ہے کہ جن بنیادوں پر حضرت امام مالکؒ نے یہ مسلک اختیار فرمایا ہے جیسا کہ محلی میں ابن حزم نے لکھا ہے کہ :-

کسی کی زمین میں اگر کوئی معدن سونے یا چاندی یا تانبے یا لوہے یا سیسے یا پارے یا نمک یا ایشب یا ہڑتال یا سرمے یا یاقوت یا زمرد یا بلور وغیرہ کا نکل آئے تو قال مالک تصیر الارض للسلطان۔

(محلی - ۲۳۸ - ج ۸)

یعنی ایسی صورت میں یہ زمین حکومت کی ہو جائے گی۔ اگرچہ اس مسئلہ میں امام مالک سے دوسرے علماء کو اختلاف ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا امام مالک نے جن بنیادوں پر اس مسلک کو اختیار فرمایا ہے ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ [illegible]

کرنے والے چیزوں کو حکومت اپنی نگرانی میں لے کر آمدنی بیت المال میں جمع کرکے ارباب استحقاق میں اگر تقسیم کرنے کا ارادہ کرے تو ایسا کرنے میں اسلام کا کوئی قانون اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا

مزاحمت کیا معنے؟ جن باتوں کی طرف میں نے اجمالاً اشارہ کیا ہے۔ ان سے تو اس کی تائید ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت اپنے صوابدید سے حکومت ایسا کر سکتی ہے۔ بہرحال یہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل مثلاً آجر و اجیر و اجرت کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر مزدوروں کے حقوق، اوقات کار کی تعین، اسی طرح ملک کے عام باشندوں، یتامیٰ اور بیواؤں مسکینوں حتیٰ کہ اغنیاء (یعنے تاوان زدہ مقروض لوگ) اور مسافروں وغیرہ وغیرہ کے لئے زکوٰۃ کا باضابطہ نظام جو اسلام نے قائم کیا ہے اور سرمایہ داروں کے پسماندہ سرمایہ سے ان لوگوں کے حقوق کا حاصل کرنا ان کے روپے اُن کے مویشی، ان کی زمین پر باضابطہ ٹیکس لگانا اور اس ٹیکس کی وصولی میں حکومت کی ساری قوت کو خرچ کرنے کے لئے آمادہ ہو جانا اور جن کے یہ حقوق ہیں ان تک ان کے حقوق پہونچانا، ملک کے جن باشندوں میں اپنے مال اور سرمایہ کی حفاظت کا تعلیقہ نہ ہو، اُن پر حکومت کی نگرانی قائم کرکے ان کی جائداد کی حفاظت یعنے جس کا نام فقہ میں قانون حجر ہے یہ اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہیں

ان کے اجمالاً ذکر کے بعد اب میں چاہتا ہوں کہ اس مختصر مقالہ کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو عام مسلمانوں اور اہل علم کے سامنے پیش کردوں جس کا ذکر پانچویں صدی کے ایک اسلامی عالم ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ نے اپنی کتاب محلی میں فرمایا ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جن مسائل و نظریات کو بیسویں صدی کے خصوصیات میں شمار کیا جارہا ہے کتنی وضاحت بسط و شرح سے صدیوں پہلے اسلامی وثائق کی روشنی میں ایک اسلامی عالم دنیا میں ان کو پیش کرچکا ہے۔

بہرحال اپنی اس کتاب میں علامہ نے کتاب الزکواۃ کے مسائل کو ختم کرتے ہوئے ایک دعویٰ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وفرض علی الاغنیاء من اھل کل بلد ان یقوموا بفقرائھم

اور فرض کیا گیا ہے ہر شہر اور علاقہ کے امیروں پر کہ اپنے اپنے علاقہ کے غریبوں کی خبرگیری اور اعانت پر وہ آمادہ ہوں۔ پھر یہ بتاتے ہوئے کہ یہ کوئی شخصی اور خانگی فرائض ہی میں سے نہیں ہے بلکہ علامہ نے تصریح کی ہے کہ

ویجبرھم السلطان علی ذالک

غریبوں کی ضروریات کی پابجائی امیروں پر جو یہ فرض ہے) چاہیئے کہ اس پر حکومت ان امیروں کو مجبور کرے۔ پھر اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے کہ غریبوں ہی کی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے تو امیروں سے

حکومت زکواۃ وصول کرتی ہے تو کیا زکواۃ وصول کرنے کے بعد بھی اور زائد محصول لگا کر حکومت جبراً امیروں سے غریبوں کی امداد کے لئے رقم وصول کرنے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اسی کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

اِن لو تقم الزکواۃ بصدق ولا فی سائر المسلمین ہم

یعنی زائد محصول لگانا حکومت پر اسوقت فرض ہو جاتا ہے زکواۃ کی رقم اور بیت المال میں مسلمانوں کے فئی کی جو آمدنی ہوتی ہے کافی نہ ہو فئی سے ان کی مراد ان زمینوں کی آمدنی ہے جنھیں فتح کر کے اسلامی حکومت اپنی نگرانی میں لے کر اس کی آمدنی کو بیت المال میں جمع کرتی ہے۔ الغرض زکواۃ کی آمدنی اور حکومت کی آمدنی اگر غریبوں کی ضروریات کی پابجائی میں ناکافی ہو تو علامہ کا فتویٰ ہے کہ امیروں پر جدید محصول عائد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ یہ سوال کہ ضرورت کا کم از کم معیار کیا ہے اس کا جواب علامہ ابن حزم ان الفاظ میں دیتے ہیں

فقیام لہم بما یاکلون من القوت الذی لابد منہ
ومن اللباس للشتا والصیف واشمس یعون المارۃ۔

پس (غربا) کے لئے مہیا کی جائے خوراک جو ان کے لئے ناگزیر ہو۔ اور سرما گرما کے لئے کپڑے اور ایسا گھر جو بارش اور گرمی دھوپ سے بھی ان کو محفوظ رکھ سکے۔ اور عام راہ گیروں کی نگاہ سے بھی۔

علامہ ابن حزم جو علماء اسلام اور فقہاء مجتہدین کے فیصلوں اور آراء کے بہترین مستند عالم ہیں یہ لکھنے کے بعد

صح عن الشعبی ومجاھد وطاؤس وغیرھم کلھم یقول فی المال حق سوی الزکوٰۃ۔

الشعبی (جو کوفہ کے امام ہیں) اور مجاہد اور طاؤس اور ان کے سوا دوسرے علماء سب سے یہی فتویٰ منقول ہے کہ زکوٰۃ کے سوا بھی مال میں غریبوں کا حق ہے۔

پھر علامہ ابن حزم نے جیسا کہ ان کا دستور ہے۔ اس کی تائید میں مسلسل قرآنی شہادتوں اور حدیثوں کو پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ غرباء و فقراء و مساکین کی اعانت و امداد کے متعلق ظاہر ہے کہ قرآن میں آیتوں کا تلاش کرنا کیا مشکل ہے۔ علامہ حافظ ابن حزم نے ان ہی آیتوں کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن میں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا جب بار بار حکم دیا گیا ہے تو امداد کی قدرت رکھتے ہوئے ان کی اعانت سے لاپروائی قابل مواخذہ جرم ہے وہ لکھتے ہیں۔

والاحسان یقتضی کل ما ذکرنا منعہ اساءۃ بلاشک

احسان دینے حسن سلوک میں وہ ساری باتیں داخل ہیں جن کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ اور ان کو روکنا یقیناً ان غرباء کے ساتھ بدسلوکی ہے۔

من ترک مجوعا او عریا وھو قادر علی الطعامہ وکسوتہ فقد احل بہ

جس شخص نے غریب کو بھوکا مرتا ہوا ننگا چھوڑ دیا حالانکہ ان کے کھلانے اور اسے کپڑے پہنانے پر قادر ہے تو یقیناً اس نے اس کو چھوڑ دیا اور (برباد ہی) کے سپرد کر دیا۔ اسی کیساتھ انہوں نے حضرت علی کی اس روایت کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ یقول ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر الذی یسع فقراءھم۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے امیروں کے اموال میں خدا نے فقیروں کا اتنا حصہ مقرر کیا ہے جس سے اُن غریبوں کی پا بجائی ہو جائے۔ اور آخر میں ابن عمرؓ کے اس فتوے کو پیش کرتے ہیں۔

فی مالک حق سوی الزکوٰۃ ۔ تیرے مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

صراحتہً اس دعوے کو انہوں نے مدلل کر دیا ہے کہ اسلام میں مالی مطالبات صرف زکوٰۃ ہی کی حد تک محدود نہیں ہیں۔ انہوں نے یہی لکھا ہے اور یہی واقعہ بھی ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو بھی صدقۂ فطر ادا کرنا پڑتا ہے، اضحیہ کی قربانی بھی ان پر واجب ہی رہ جاتی ہے جو ظاہر ہے کہ مالی مطالبات ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ والدین اور والدین ہی کیا عام اقربا و بھائی بہن وغیرہ وغیرہ سب ہی کے متعلق النصوص کی بنیاد پر علماء اسلام کا یہ اتفاق فیصلہ ہے کہ اگر ضرورت پیش آجائے تو اُن کی مالی امداد بھی واجب ہو جاتی ہے۔

پس وہی حسن سلوک جسے والدین اور رشتہ دار کے متعلق واجب
کیا جاتا ہے اسی کے دائرہ میں جب اتنی وسعت یہاں پیدا کی گئی ہے کہ
اس ملک اور قوم میں جو بھی رہتا ہو، اس پر اس ملک اور قوم کے حقوق کو
اس نے اس طرح قائم کر دیا ہے جس طرح والدین اور اقرباء کے حقوق
ان کے ماحول میں قائم کئے گئے ہیں۔

الجیران ثلاثۃ حقوق حق الجوار وحق القرابۃ وحق الاسلام
وجار لہ حق الجوار المشرک

(صحاح) جوار لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک قسم کا جواری
ایسی قسم ہے جو تین حق رکھتا ہے یعنے جوار کا حق رشتہ داری کا
حق اور اسلام کا حق۔ اور دوسری قسم وہ ہے جسے دو حقوق حاصل ہیں۔
یعنی اس کا حق اور اسلام کا حق اور تیسری قسم وہ ہے جسے ایک حق حاصل
ہے یعنے مشرک پڑوسی۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان جس محلہ، جس شہر یا جس ملک میں رہتے
ہوں، وہاں کے عام باشندے خواہ ان سے رشتہ ہو یا نہ ہو بلکہ وہ
مسلمان ہوں یا مسلمان نہ ہوں صرف وطنی تعلق سے ان پر اسلام نے حقوق قائم کر دیا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ یہ اسی قسم کے دوسرے فقہی جزئیات کی روشنی میں
ان کلیات کا اگر استخراج کیا جائے تو اغنیاء کے سرمایہ میں علاوہ زکوٰۃ کے
جس کو اسلام نے ثابت کیا ہے اس کے ذیل میں قیام وطعام وغیرہ کیلئے

طبی و تعلیمی بلکہ تفریحی مرافق کی تکمیل بھی بآسانی داخل ہو سکتی ہے۔
باقی یہ سوال کہ زکوٰۃ کے سوا ان حقوق کی تکمیل کے لئے اغنیاء کے مال سے لینے کا یہ حکم جو اسلام نے دیا ہے۔ اس کی آخری حد کیا ہے۔؟ حافظ ابن حزم نے جو مواد اس سلسلہ میں اپنے اس مضمون میں جمع کر دیا ہے اور کتاب النفقات میں جو فقہی جزئیات دیئے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب بھی متعین شکل میں دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عام طور پر حنفی کتابوں میں امام محمدؒ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے۔

کو کان کسبہ درھما ویکفیہ اربعۃ دوانق وجب علیہ الاتفاق للقریب۔

(صفحۃ الکفائی علی البحر الرائق ص ۱۹۱) روز کی کمائی سے جو کچھ بچ جائے اس حد تک اس سے لیا جا سکتا ہے) یہاں تک کہ اگر اس کی کمائی ایک درہم روز ہو اور خود کمانے والے کی ضرورتیں چار پیسوں میں پوری ہو جاتی ہوں تو باقی دو پیسوں کو وہ اپنے قریب یعنی جس کا نفقہ واجب ہے۔ اسے دیدیا کرے۔ جس کا مطلب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ضروریات سے بچا ہوا جو کچھ بھی اغنیاء کے پاس رہ جائے اگر ارباب استحقاق کے مصارف کی تکمیل کے لئے اس کل بچے ہوئے سرمایہ کے لینے کی ضرورت پیش آجائے تو اسلام اس کے لینے کو منع نہیں کرتا بلکہ ضرورت کے وقت لینے کا حکم دیتا ہے۔ ابن حزم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کا

کر لیا ہے جس میں آپ نے حکم دیا تھا کہ سواری کا زائد اونٹ جس کسی کے پاس ہو، وہ اپنے اس زائد از سواری کے اونٹ کو اُس کے حوالے کر دے جو سواری نہیں رکھتا۔ اور زادِ راہ سے جو کچھ جس کے پاس سے رہ گیا ہو وہ بچے ہوئے حصے کو اس کے حوالے کر دے جو زادِ راہ نہیں رکھتا۔ نبوت کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر صحابہ نے فرمایا کہ۔

حتیٰ تنا انہ لاحق لاحد منا فی فضل

ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے یہ سمجھا کہ ضرورت سے زائد جو چیز کسی کے پاس بچ کر رہ جائے اس میں کسی کا ہم میں سے کوئی حق نہیں (یعنی وہ غریبوں کا حق ہے) یا حضرت عمرؓ کا وہ خیال کہ جو بات آخر میں سمجھ میں آئے اگر پہلے سمجھ میں آتی تو امیروں کے بچے ہوئے سرمایہ کو لیکر میں غرباء پر تقسیم کر دیتا۔ ان تمام امور سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ضرورت سے زاید بچے ہوئے سرمایہ کے متعلق یہ کہنا تو صحیح نہیں کہ اسلام زبردستی سرمایہ داروں سے مال کو چھین کر یہ چاہتا ہے کہ امارت اور غربت کے فرق کو مٹا دیا جائے۔ لیکن اسی کے ساتھ ان تمام روایتوں کا یقیناً یہ اقتضاء بھی ہے کہ غرباء کی ضرورتوں کی تکمیل میں زائد از ضرورت بچے ہوئے کل سرمایہ کی حاجت اگر کبھی پڑ جائے تو سرمایہ دار کو اس کے دینے سے انکار کرنے کا مذہباً کوئی حق نہیں ہے۔ آپ دیکھ چکے کہ ایک درم کمانے والے کے پاس ذاتی ضرورتوں میں خرچ کرنے کے

بعد ذوالحق بھی اگر باقی رہ جائے تو حکم دیا گیا ہے کہ ارباب استحقاق کو اگر اس کی ضرورت ہو تو اس کے دینے سے بھی انکار نہ کرنا چاہیئے صاحب بدائع نے حضرت عمرؓ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے قحط کی مصیبت میں اگر لوگ مبتلا ہو جائیں تو میں یہ کرونگا کہ ہر خاندان والوں کے ساتھ ان کے برابر لوگوں کو شریک کر دوں گا۔ کیوں کہ آدھا پیٹ کھانے والے کبھی نہیں مرے ہیں۔ (ص ۲۰ ج ۴)

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت مالداروں کے بچے ہوئے پسماندہ سرمایہ سے لینے کی اسلام اس حد تک اجازت دیتا ہے کہ ضرورت کی تکمیل کے بعد جو کچھ بھی جس کسی کے پاس باقی بچ جائے۔ سب کو لے لیا جا سکتا ہے۔ زائد از ضرورت سواری اور زاد راہ والی حدیث کا تعلق بھی جنگی سفر سے ہے اور فقراء مہاجرین ہی میں امیروں کے زائد از ضروریات مال کو خرچ کر دینے کا خیال حضرت عمرؓ نے بطور تمنا کے جو ظاہر فرمایا تھا اس کا منشا بھی یہی ہے کہ مہاجرین بیچارے اپنے سود و بیع جائدادوں کو چھوڑ چھوڑ کر مدینہ عموماً اس شکل میں پہونچے تھے کہ ان کے پاس اپنا ذاتی سرمایہ کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔ ان کے خاص حالات کا لحاظ کر کے حضرت عمرؓ نے اس آرزو کا اظہار فرمایا تھا۔

لیکن یہ یا اسی قسم کی بعض دوسری روایتوں کو پیش کر کے یہ نتیجہ نکالنا یقیناً صحیح نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کے مختلف افراد مختلف قدرتی صلاحیتوں